زندہ بنو اور خود اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرو

(فرمودہ ۱۴ جولائی ۱۹۵۲ء)

۱۴- جولائی ۱۹۵۲ء بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جناب ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی دار السلام منزل بیرون دہلی دروازہ لاہور کی صاجزادی سارہ برجیس صاحبہ کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر پیر ہارون الرشید صاحب ابن مکرم جناب پیر مظہر الحق صاحب خزانچی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ساتھ پڑھا۔

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا :

ڈاکٹر عبد الحمید صاحب چغتائی لاہور ایک پرانے مخلص احمدی خاندان میں سے ہیں۔ یعنی وہ میاں فیملی میں سے ہیں جن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابتدائے دعویٰ سے مخلصانہ تعلقات رہے ہیں۔ میاں چراغ الدین صاحب مرحوم جن کے ڈاکٹر عبد الحمید صاحب پوتے ہیں اور لڑکی ان کی پڑپوتی ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اتنا پرانا تعلق رکھنے والے تھے کہ میری پیدائش پر جب میرا عقیقہ ہوا تو اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو بھی لاہور سے بلوایا تھا۔ اس سے سمجھ لو کہ ان کے کتنے پرانے تعلقات تھے۔ میری پیدائش کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کا اعلان فرمایا تھا۔ اور مسیحیت کا دعویٰ آپ نے اس کے قریباً سال ڈیڑھ سال بعد کیا۔ پس میری پیدائش پر انہیں عقیقہ کی تقریب میں لاہور سے بلانا اسی صورت میں ہو سکتا تھا جب وہ سالہا سال پہلے سے مخلصانہ تعلقات رکھتے ہوں۔ گویا میری عمر سے بھی زیادہ اس خاندان کے تعلقات کی عمر ہے۔ کم

سے کم ہی سمجھ لیا جائے تو سات آٹھ سال پہلے کے تعلقات ضرور ثابت ہوتے ہیں۔

میری پیدائش ۱۸۸۹ء میں ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے سمجھنا چاہئے کہ ان کے تعلقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ۱۸۸۰ء سے چلے آرہے تھے گویا براہین کے زمانہ سے یا اس سے بھی پہلے کے تعلقات ہیں۔ پس اس نکاح میں ایک فریق تو وہ ہے جو میاں چراغ الدین صاحب کے خاندان میں سے ہے۔ دوسرا فریق بھی ایسے ہی پرانے تعلقات والوں میں سے ہے۔ یعنی پیر مظہر الحق صاحب جو لڑکے کے والد ہیں۔ یہ پیر افتخار احمد صاحب کے لڑکے ہیں اور پیر افتخار احمد صاحب حضرت خلیفہ اول کے سالے اور صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کے لڑکے تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے ہی بشارت دی تھی۔ کہ آپ ایک دن مسیحیت کے منصب پر فائز ہونے والے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعویٰ سے پہلے ہی لکھا کہ ؎

ہم مریضوں کی ہے تم ہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابھی دعویٰ نہیں فرمایا تھا لیکن روحانیت اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انکشاف فرمادیا۔ اور جبکہ اور لوگ دعویٰ کے بعد بھی مخالفت کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دعویٰ سے پہلے ہی بتا دیا کہ ہم اسے مسیح بنانے لگے ہیں۔ دیکھو کتنا بڑا فرق ہوتا ہے روحانی نگاہ کا اور جسمانی نگاہ کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخر ایک ہی چیز تھے دو نہیں تھے۔ مگر ایک وجود دعویٰ کے بعد ہر قسم کے دلائل نہ دینے کے باوجود ہر قسم کے نشانات دکھانے کے باوجود مولویوں کی نظر میں کافر ٹھہرتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ سنا،" دلیلیں سنیں، نشانات دیکھے، معجزات دیکھے مگر پھر فتویٰ لگا دیا کہ یہ شخص کافر ہے۔ لیکن دوسرا آدمی جو روحانی تھا اس نے نہ دعویٰ سنا، نہ دلیلیں سنیں، نہ نشانات دیکھے، نہ معجزات دیکھے مگر اس کی آنکھوں نے بھانپ لیا کہ اس پر خدا تعالیٰ کے انوار نازل ہونے والے ہیں اور پیشتر اس کے کہ وہ دعویٰ کرتا اس نے کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کتنا نمایاں فرق ہے جو دکھائی دیتا ہے۔ ایک آنکھ دعویٰ سے پہلے ہی دیکھ لیتی ہے اور دوسری آنکھ دعویٰ سننے اور دلائل سننے کے بعد بھی نہیں دیکھ سکتی۔ غرض ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہائت اخلاص پر مبنی تھا۔ اور اسی وجہ سے جب حضرت خلیفہ اول کو دوسری

شادی کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے لئے اس جگہ رشتہ کرنا پسند فرمایا۔ غرض یہ دونوں خاندان احمدیت سے پرانا تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت تو یہ ہے کہ پرانا اور نیا سب نسبتی چیزیں ہیں۔ جب تک پیوند قائم رہے پرانا زیادہ برکت کا مستحق ہوتا ہے اور نیا اس سے کم لیکن جب آئندہ نسل اپنے تعلقات کو منقطع کرلے۔ تو خدا نہ پرانے کا لحاظ کرتا ہے نہ نئے کا۔ خدا تعالیٰ کا سلوک ہمیشہ تعلق کی بناء پر ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی دیکھ لو جب تک کوئی دوست تم سے اچھا سلوک رکھتا ہے تم اس سے محبت اور پیار کے ساتھ پیش آتے ہو۔ اور اگر وہ دشمن ہو جاتا ہے تو تم بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ تم اپنے کسی دشمن کو موقع دو کہ وہ تمہارے کھانے میں زہر ملا دے اس لئے کہ وہ آج سے پانچ سال پہلے تمہارا دوست ہوا کرتا تھا۔ جب وہ دشمن ہو جائے گا تو وہ بہرحال تمہیں دکھ دینے کی کوشش کرے گا چاہے وہ تمہارا پانچ سالہ دوست ہو یا دس سالہ دوست ہو۔ جب دنیا میں تمام سلوک تعلقات پر منحصر ہوتے ہیں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو نظر انداز کردے۔ جب اچھے خاندان اور پرانے خاندان اپنے تعلقات کو قائم رکھتے ہیں تو خدا ان کا زیادہ لحاظ کرتا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان کونسے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی جو پہلے شریف تھے بشرطیکہ وہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں۔ اگر وہ تقویٰ اختیار کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے گا اور ان کے باپ دادا کی خدمات کی وجہ سے بھی ان کو اپنی برکتوں سے حصہ دے گا اور اگر وہ کمزور ہو جائیں گے تو محض اس وجہ سے کہ ان کے باپ نے قربانی کی تھی یا دادا شہید ہو گیا تھا۔ یا پردادا نیک تھا یا چچا زیادہ چندے دیا کرتا تھا' وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ان باتوں سے بھلا بنتا ہی کیا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ کسی نے پوچھا کہ گیدڑ جو رات کو چلاّتے اور شور مچاتے ہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب دینے والا کوئی باذاق آدمی تھا۔ کہنے لگا رات کو ایک گیدڑ ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے اور دوسرے دوسری طرف۔ وہ گیدڑ جو علیحدہ کھڑا ہوتا ہے کہتا ہے پدرم سلطان بود۔ میرا باپ بادشاہ تھا۔ اس پر تمام گیدڑ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ تراچہ تراچہ یعنی پھر تجھے کیا؟ پھر تجھے کیا؟ اگر وہ بادشاہ تھا تو ہو چکا۔ اس کی بادشاہت کا اب تجھے کیا فائدہ ہے۔ یہ مثال کسی نے اس لئے بنائی ہے کہ یہ کہنا کہ میرا باپ ایسا تھا اور میرا دادا ایسا تھا یہ کوئی خوبی کی

بات نہیں یہ تو گیدڑوں والی بات ہے گیدڑ خود شکار نہیں کرتا بلکہ وہ شیر کا مارا ہوا شکار کھایا کرتا ہے۔ اسی طرح بعض فطرتیں ایسی گندی ہوتی ہیں کہ وہ آپ تو کام نہیں کرتیں اور قصے سناتی رہتی ہیں کہ ہمارے باپ نے یوں کیا اور ہمارے دادا نے یوں کیا اگر تم نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں کیا تو تمہارے باپ اور دادا اور چچا کی قربانیاں تمہارے کام نہیں آسکتیں انہوں نے تو جو بدلہ لینا تھا وہ اللہ تعالیٰ سے لے لیا مرنے والے مرگئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نعمتیں لے لیں وہ نعمتیں انہوں نے اپنی نسل کے لئے رکھ نہیں چھوڑیں بلکہ ساری کی ساری نعمتیں انہوں نے خود وصول کرلی ہیں۔ ایک پیسہ اور دھیلہ تک انہوں نے اپنی اولاد کے لئے نہیں چھوڑا۔ اب اولاد کا کیا حق ہے کہ وہ ان قربانیوں کو اپنے لئے کافی سمجھے؟ اگر واقعہ میں انہوں نے قربانیاں کی ہیں اور قربانیاں کرنا اچھی چیز ہے تو خود بھی قربانیاں کریں اور وہ مقام حاصل کریں جو ان کے باپ دادا نے حاصل کیا تھا۔ بہرحال جب کوئی شخص نیکی پر قائم رہتا ہے تو اس کے باپ دادا کی نیکی کسی حد تک اسے ضرور فائدہ پہنچاتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنتیوں کے ساتھ ان کے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو بھی رکھا جائے گا بشرطیکہ وہ مؤمن اور نیک عمل کرنے والے ہوں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ طاقتور کو کمزور کے ساتھ ملایا جائے گا بلکہ کمزور کو طاقتور کے ساتھ ملایا جائے گا اور نچلے درجہ والے کو اوپر کا مقام رکھنے والے رشتہ دار کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا۔ تو رشتہ داری کا تعلق بھی کچھ نہ کچھ فائدہ تو دیتا ہے مگر قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ فائدہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب انسان خود ایمان اور عمل صالح پر قائم ہو۔ جو لوگ ایمان اور عمل صالح پر قائم نہیں ہوں گے انہیں یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکے گا۔ بہرحال یہ دونوں خاندان ایسے ہیں جن کا عزت سے نام لیا جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے حقیقی برکت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب آئندہ نسل بھی اپنے اندر تغیر پیدا کرے۔ میاں چراغ الدین صاحب نے خداتعالیٰ سے کوئی پروانہ نہیں لیا ہوا تھا۔ اگر ویسی ہی قربانیاں آج کوئی اور شخص کرے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو سچے طور پر وقف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے نام کو بھی بلند کردے گا۔ اس کی عزت کو قائم کردے گا اور اس کے کارناموں کو یاد رکھنے والے لوگ پیدا کردے گا۔ خداتعالیٰ کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ بدقسمت انسان آپ ان دروازوں کو بند کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس مقام کو کہاں حاصل کرسکتا ہوں جو پہلے لوگوں نے حاصل کیا۔ اس طرح وہ خداتعالیٰ کی رحمت سے مایوس

ہو کر اپنی عملی قوتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ تمہیں نئی برکتیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تم مُردوں کی قربانیوں پر فخر کرنا چھوڑو تم زندہ بنو۔ اور زندہ قوموں کی طرح خود ان نعمتوں کو حاصل کرو۔

(الفضل ۶۔ اگست ۱۹۵۲ء)

لے مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۸۵